

مودودی کے باطن نظریات کی گہرائی
چشم نگاہ سے گریز نہ کیے بغیر سمجھنے والے کے لئے

مودودی عرفان فی تفہیم القرآن



الشمس منور

مودودی کی تفہیم القرآن کا جائزہ

خلیفہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عبدالوہاب صاحب خان قادری مدظلہ العالی



پروفیسر مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

پروفیسر مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

پروفیسر مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

پروفیسر مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی





بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الواحد الصمد ○ المتفرد في ذاته و صفاته فلا مثل له ولا ضد له
ولم يكن له كفواً أحد ○ والصلوة والسلام الايمان الاكملان ○ علي رسولہ
وحبيبه سيد الانس والجان ○ الذي انزل عليه القرآن ○ هدى للناس و بينات
من الهدى و الفرقان و علي آله واصحابه ما تعاقب الملوك ○ و علي من نعمهم
يا احسان الي يوم الدين و عليا لهم و بهم يا ارحم الراحمين ○

والحمد لله رب العلمين

لما بعد ۔ اسے مزاج اپنا لکھے کہ امر دین کا دار اور دہ جس پر ہمارے سوا کوئی ہے
پارے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے اور اسلوب قرآن و خلافت دینی کے صحیح معلوم کرنا اور
جاننا سے مانگے کہ اس کی ہمارے حق کو سامت رکھنا اور معافی و مغالب کو بدلے۔
اس نکتہ میں سورہ کی صاحب کی تفسیر القرآن کا شروع نہ کر اشتیاق مطالعہ کے ہاتھوں
بجھ رہا کہ ایک نسخہ تفسیر القرآن پہلی جلد سورہ وافر دلا اور سے طلب کیا اور اس کو پڑھا تو
جب اٹھ کھڑا اگرچہ کثرت مشاغل کے باعث ہوا احتیاج مطالعہ نہ کر سکا البتہ جو طریقہ
اس میں فکر آئیں ان میں سے چند امور اختصار ’ جتنے از نمونہ خود اسے ’ دیکھے اور وہ عام
مستور ہیں تاکہ ہمارے مانت المسلمین محل شرف پر نہ رہ جائیں ۔ چنانچہ چڑی باتوں میں
’ نہ آئیں پھر اپنے دین و ایمان کو چاہیں ۔ اسلاف کرام کے علوم اور عرفان کی روشنی میں
قرآن عظیم کو سمجھنے کی کوشش کریں ۔ ان کے ارشاد و فراموش ہدایت نصائح کے مطابق اپنے

حق نداء اہل کو سنواری اور ان کے دامن کرم سے دھند رہیں کہ ملاحقہ کسی میں ہے۔ ہرگز کسی سے فوار فکاری کے جہل میں نہ بھنسیں۔ ان خداتر میں ہم فوار منظر اسلام، مصلحت اور بظاہر کے دام خود پر میں نہ آئیں۔ ہم نے اس منظر جہل میں فسادہ خلقین کے مباحثہ جہل کو مثال نہ کیا کہ اس کا منتقل نہیں۔ صرف ان کے غلامہ کام اور مسک اسلام کی جہد کی اور اس کا نام ”مسودہ کی مراد فی تعلیم افترقن“ رکھ لیا کہ یہ جان اپنے فضل شخص سے قبول فرمائے اور کفارہ بابت مانے۔

آمین اللہ آمین۔ باب العالمین

مدد محمد عہد انوار جہل قادری رضوی۔ لاہور

مقدس اوراق کا ادب کیجئے

ایسے اوراق جس میں اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ (ﷺ) کا نام ہو۔ یا کوئی قرآنی آیت یا حدیث مبارکہ تحریر ہو۔ یا کسی نئی صحابی ولی یا عام مسلمانوں کے نام تحریر ہوں خصوصاً ان کی حفاظت کرنا اور ان کا ادب کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ کہیں پر بھی آپ کو ایسی تحریر یا اخبار وغیرہ زمین پر گرے ہوئے ملیں تو فوراً ان کا ادب کرتے ہوئے انہیں محفوظ جگہ رکھ دیں یا مقدس اوراق کے تحفظ کیلئے جو ڈبے عموماً لگے ہوئے ہوتے ہیں ان میں ڈال دیں۔

ناشر: انجمن انوار القادریہ (ٹرست) پاکستان

دیباچہ تفہیم القرآن

وجود تفہیم القرآن کی فرض و غایت

سورہ کی صاحب فرماتے ہیں :

”قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر، عاری زبان میں اب تک انکلام ہو چکا ہے کہ اب کسی شخص کا محض ارکھ و سہولت کی خاطر ایک نیا ترجمہ یا ایک نئی تفسیر شائع کر دینا قند و محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس بار میں عرب کو عقلی اثر معقول ہو سکتی ہے تو اس صورت میں اب کہ آوی کسی ایسی کسر کو پورا کر دیا ہو جو سابق ترجمہ و تفسیر کے کام میں رہ گئی ہو یا مابین قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پہلے قراہم و نظائیر سے پوری نہ ہوئی ہو ان صلاحات میں قرآن کی تفہیم قرآن کی جو سہلی کی گئی ہے وہ دراصل ایسی دیوار ہے۔ جس ایک رخ سے محسوس کر دیا تھا کہ ہمارے عام تفہیم یافتہ لوگوں میں وہ بے فرقان تک پہنچے تو اس کتابچہ پاک کے حلقہ ہمارے مددگار بن گئے کی جو طلب پیدا کی گئی ہے اور وہ انداز نا قدر ہی ہے۔“ ترجمہ طبری کی تفسیر خود مسامی کے بارے میں جو تذکرہ ہے اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پدا تھا کہ اس عقلی کو چھانے کیلئے جو طرہ مت میں بھی کر سکتا ہوں۔“

(دیباچہ تفہیم القرآن، ص ۵، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)

مقدمہ میں اشاعت، جنوری ۱۹۷۷ء

الحاصل کلام

ہم حرمین و مشرقین جنوں نے ایک تراجم و تفسیر قرآن پر کام کیا ہے جن حضرات سے جو کی یاد کمرہ گئی ہے اس کو تعلیم القرآن کے ذریعے پر لایا جانے تاکہ تعلیم یافتہ لوگ جو روح قرآن تک پہنچنے کے طالب ہیں وہ قرآن پاک کے حقیقی دعات سے روشناس ہو کر روح قرآن تک پہنچ سکیں۔ حالانکہ ذیل قرآن کو چودہ سو سال کا عمر ہو رہا ہے مگر آج تک مسلمان قرآن حکیم کے حقیقی دعات سے آگاہ اس کی روح تک پہنچنے سے محروم، جن لوگوں نے ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ مفہوم و مطالب سے روشناس کرنا چاہا وہ خود کو مشعل و مہد قرآن کریم کے حقیقی دعات سے سلسلوں کو روشناس نہ کر سکے جس طرح جتھہ مہدیین میں جتنے بھی مہد آئے انھوں نے کارِ تہذیب میں کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا، مکمل کام کوئی نہ کر سکا اس لئے ضرورت ہے کہ کوئی کامل مہد دیکھ لیں جو کارِ تہذیب کو مکمل کرے اور کارِ دین میں جو کی رہ گئی ہے باوجود تلاش پیدا ہو گئے ہیں ان کو رو کر کے دین کو ترقی دے کر تہذیب کو پختہ کرے۔ خود مورودی صاحب قلم فرما رہے ہیں :

”ہم راجعہ نظر والے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مہد و کامل پیدا نہیں ہوا قریب تھا کہ مرین عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مہد دیکھ لیں ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا۔ مہد و کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔“

(تہذیب و دنیا نے دین، صفحہ ۳۹، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔)

نویں اشاعت (۱۹۶۶)

ہم کوئی مجدد کامل پیدا ہی نہیں ہوا تو یہ خدمت کامل انہماک بھی کون دیتا۔ یہ سراسر سورودی صاحب کے سرحدی اس کام کو انہماک دے سکتے ہیں کہ یکدم وقت مجدد کامل بھی ہوں اور مفسر کامل بھی۔ قرآن کریم کے بارے میں سورودی صاحب لکھتے ہیں :

”قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جاں مہارت ملتی ہے جسے چاہے کرنا بھی اور نہ چاہے بھی آتی ہے نہ اٹکے نہ گئے کھڑے ہوتے ہیں نہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں نہ انکے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے نہ اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تغیر کرتی ہوئی قلب و فکر تک لڑائی چلی جا رہی ہے۔ اس طرح کوئی اثر دہلے ہوا اور تازہ کردار تازہ کو اپنے جتنے وقت فرما لیا کرتا آدمی یہ سوچتا رہتا ہے کہ واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر دہلے کیلئے پانچرا کو شیخ دہا کیا تھا۔“

(دوبارہ تفہیم القرآن، ص ۷۷، مطلوبہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)
گیارہویں اشاعت، جبریل ص ۱۰۱ء)

لہذا کئی مہارت خاص طور طلب ہے۔ سورودی صاحب نے ترجمہ پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ صرف پڑھنے کو چاہے کہ آدمی کو قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کا یقین تک نہ دے گا اور قرآنی شیخ کو وہ حیرت زدہ سوچے گا جس کی عقل اس حقیقت کا انکار کرے گی۔ یہی وہ حرکات تھیں جس کی وجہ سے تفہیم القرآن لکھنے کی ضرورت پڑی تھی۔

تعلیم القرآن کی خصوصیت

سوروی صاحب فرماتے ہیں:

”میں نے قرآن کے الفاظ کو اردو کا ہمارا پنٹالے کے جانے کو غسل کی ہے کہ قرآن کی ایک عبادت چن کر جو مظلوم بھری کچھ میں آج ہے اور جو اڑ میرے دل پر چڑا ہے اسے حق الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ “(ادبِ چاند تعلیم القرآن، صفحہ ۱۰، مظلوم فقیر انسانیت لاہور۔ گیلد ہو یہی اشاعت) (تھوس سید ۱۹۷۰ء) اعتقاد ایسی دعویٰ تو فرعون کا تھا۔ ”وَمَا لَنَا مِنْ دَلَالٍ؟“ (الفرقان: ۲۴) قال فرعون ما أربكم الا ما أرى وما أهدىكم الا سبيل المرشد (پ ۵۰، مؤلف ۱۹۷۲ء) ”فرعون و لایم تو تمہیں وہی سمجھا تا ہوں جو میں سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو تمہاری کی رائے ہے۔“ مظلوم ہوا کہ سوروی صاحب فرعون کے مقلد ہیں۔

الفرق تعلیم القرآن کھیلے کی وجہات اور اس کا قصہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھئے ۔ اور سوروی صاحب کا یہ ارشاد چننے کر:

”قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر فقیر و مدیعت کے پرانے ڈانڈے سے نہیں “ (الحقیقات، صفحہ ۵۷۵، مظلوم اسلامک پبلیکیشنز لاہور) یاد ہو یہی اشاعت ”سیرۃ (۱۹۷۱ء) حیرت تو اس بات پر ہے کہ جب سلف صالحین قدیم حضورؐ و آخر محمدؐ میں روحانی تعلیم اہمیں جن کی عبادت مسلم، جن کا تقویٰ ضرب النعل ہے۔ سوروی صاحب کو ہوا اور میں تو سوروی صاحب جن کو عبادت سے کوئی ملاقات نہیں۔ تقویٰ سے کوئی واسطہ نہیں کہ ہر کوئی کیوں اور کرنے لگا، سوروی صاحب جن کے جو اہم پاروں کو نظر انداز۔

اسے قتل دے دیا جائے۔ ان کے فرمانِ راجہ بھٹن کو بھارتی نہیں۔ اسے اقوالِ دابہ کو ملتا نہیں۔ مٹری کریم دھرمین مقام جو عبادت نقل فرمائی۔ حضور ﷺ کی حد سے دلیل لائی۔ جس پر سورودی صاحب یہ کہتے ہوئے گزرا تھا کہ :

”آپ کے نزدیک ہر اس راجہ کو جو رسولِ خدا کے حضور رہا ہے۔ جسے وہ نہیں ملتا کہ اقبال سے جگہ فرمادیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم ملو کی صحت کو راجہ کے جگہ ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔“

(دوسرا نمبر مسماں، حصہ اول، صفحہ ۱۴۳۳، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، آلہویں اشاعت، دہشتہ ص ۱۹)

کیسی ختم طرہی ہے کہ ایک طرف تو اسے وہ نہیں اور اہل مٹری کی روایات صاف کو یک جہش غم مسترد کر دیا جائے اور دوسری طرف سورودی صاحب کی فکر خانہ کے ہر جملہ کوئی دہان سے مانا لیا جائے۔ سورودی صاحب سمجھتے ہیں :

”ہر لوگ اس کتاب (تعلیم القرآن) سے پرانا کہہ سکتا ہے، لیکن کو میں منظوروں کا کہ پہلے ہر سورت کے دیباچے کو غور سے لیا کریں اور اب تک سورہات کے زیر مطالعہ رہے گا تو نکالیں گے دیباچے پر فکر ڈالنے دیں۔“

(تعلیم القرآن، صفحہ ۱۱، مطبوعہ مکتبہ خیر انصاف لاہور۔ گیارہویں اشاعت، جہر ص ۱۹)

قرآن کریم سے پورا ناکام و حاصل کرنے کے لیے ترجمہ پڑھنے سے بہت زیادہ اور ضروری ہے۔ ویساچہ کا چارٹ، کیونکہ اس کی عبارت میں کوئی ربط نہیں وہ مفکر کام ہے۔ جس کا سورہی صاحب نے قریب اور تجزیہ کے بعد فیصلہ فرمایا۔ سورہی صاحب لکھتے ہیں :

”میں اس مقدمے میں صرف ان سوالات کا جواب دہاں گا جو خود میرے ذہن میں اول اول ہیں اور نہ تھے یا جن سے بعد میں مجھ کو سہارا ملا۔“
(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۱۳، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)
میار ہو میں اشاعت، خیر سہ ۱۹۸۰ء

علاقہ فرمائیے وہ کیا جزاں تھے جو قرآن کریم چاہتے وقت سورہی صاحب کے ذہن میں سوالات بن کر ابھرے دیکھے فرماتے ہیں :

”میں محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ ایک غیر عرب، غیر مروجہ، مفکر کام ہے جو اول سے لے کر آخر تک بے شمار جھونے والے غلط فہمات پر مشتمل ہے۔ مگر مسلسل عبارت کی شکل میں کہہ دیا گیا ہے۔
حافظانِ خطہ نظر سے دیکھئے والا اس پر طرح طرح کے اعتراضات کی دہاؤ کو دیتا ہے۔ اور مولفانِ خطہ نظر دیکھئے وہاں بھی سنی کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ٹھوک سے چھ کی کو ختم کر رہا ہے۔ بھی اس ظاہری بے ترجمانی کی جو نہیں کر کے اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔ بھی مصنوعی طریقے سے دہاؤ تلاش کر کے جیب جیب دیکھ لیتا ہے اور بھی نظریہ مشذرات ”کو قبول کر لیتا ہے جس کی وجہ سے ہر آیت اپنے سابق و سابق سے الگ ہو کر اپنی سنی آفرینوں کی تاجگذاری جاتی

ہے جو قائل کے منہ کے خلاف ہوتی ہے۔“
(مقدمہ تنہیم القرآن، ص ۱۳-۱۵، مطبوعہ مکتبہ قیصر انسانیت لاہور۔)
میکاربریں ان صحت، جبر سے ہیں (۱)

اس مہارت کو پڑھنا اور سنا دینے۔ کیا پڑھ ۲۰ سال کے عرصہ میں کسی ایمان والے مسلمان کے ذہن میں کبھی ایسا دم گزرا ہے۔ آج تک کسی نے ایسا ٹھیکے کی جرأت کی ہے؟
مورودی صاحب کا یہ نظریہ مواظفانہ ہے یا کاغذی۔ مواظفانہ تو یہی نہیں ملکہ کیونکہ کبھی مسلمان نے ایسی بات نہیں کی اور نہ کہنے کی جرأت کی اور یہ امر کہ وہ انھیں بد کر کے ظلم کر کے چنے کی کوٹش کر رہا ہے۔ بلاخر تو یہ ایک قلبی کیفیت ہے اور دلوں کا حال افہامی ہی جاتا ہے۔ مورودی صاحب کو کیا خبر۔ کیا مورودی صاحب نے مصعب النوری سے بھی دست اندازی شروع کر دی ہے اور ان کے مواظفانہ اعتراضات تو بے شک کاغذی اسلام بیٹھ ہی اعتراض کر رہے آئے ہیں وہی اعتراضات مورودی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ فیصلہ باخترین خود کر لیں مورودی صاحب کون ہیں؟ غلط ہے۔ مورودی صاحب قلمبر ہیں:

”قرآن کے اس حصے سے کہ ہر کہ وہ واقف ہے کہ وہ تمام قرآن
انسانی کی جانیت کے لیے آیا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس کو پڑھنے
نکلتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کا روئے غمی زیادہ تر اپنے زمانہ نزول کے
اصلی عرب کی طرف ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی وہ بنی آدم اور مہارت اللہ
کو بھی یاد کرتا ہے۔ لیکن انکشافات وہ انکی کہتا ہے جو عرب کے لائق،
عرب ہی کے ماحول، عرب ہی کی مہارت اور عرب ہی کے ر مہارت اور
سے زیادہ حقیقت، کتنی ہے۔ ان چیزوں کو کہہ کر تو یہ سوچنے لگتا ہے کہ

جو چھ عام انسانوں کے لیے ہدایت کے لیے سورہی گئی تھی اس میں واقعی تعالیٰ اور قوی عنصر کا زیادہ کیوں ہے اس سائلے کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جس لوگ اس ٹکے میں چاہتے ہیں کہ شاید یہ چیز اصل میں قرآن پہلے سے عربی کی اصلاح کے لیے تھی لیکن بعد میں زور دینی سمجھا جان کر اسے تمام انسانوں کے لیے اور پیش پیش کے لیے کتاب ہدایت قرار دے دیا گیا۔

(مقدمہ تقسیم القرآن، صفحہ ۳۵، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)
گیدہ ہویں انعامت، خبر سچے (۱۹۷۰ء)

یعنی قرآن کریم نے جو عہدی للناس فرمایا وہ سارا اللہ خدا ہے لوگوں نے اس کو زور دینی سمجھا جان کر اس کا مصداق مان لیا ہے۔ سورہی صاحب کے ذہن کی زبردست زمین میں ایسی ہی تہاب نہانہ تفصیلات پیدا ہوتی ہیں۔

سورہی صاحب مزید اشارہ فرماتے ہیں :

"قرآن کے حقائق یہ بات بھی ایک عام پڑھنے والے کے کان میں چلی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور ایک کتاب آئین ہے۔ مگر جب وہ اسے چھٹا ہے تو اس میں سائنس اور تمدن، سیاست اور صحیحہ و غیرہ کے تفصیلی احکام، ضروریات کو پیش کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ جیسے فرائض کے حقائق بھی جن پر قرآن پروردگار اس قدر زور دیتا ہے۔ اس نے کوئی ایسا اضافہ نہ کر دیا ہے جس میں تمام ضروری احکام کی تفصیل درج ہو یہ چیز بھی قوی کے ذہن میں ظہران پیدا کرتی ہے کہ اگر یہ کس معنی میں ہدایت نامہ ہے۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۳۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)

مجاہد جہاں انصاف، جہر ص ۱۹۷ء)

مہارت نہ کہ دربارِ پادشاہی اور سرکاری محکمے اور سورہ کی صاحب کی عقل، ایمان کی دعوہ چھٹے۔
 یہی قلب سورہ کی پہلے عقلی اثر خارج ہے جس میں ایسے الحول موتی ڈر شمولیہ ہوتے
 ہیں جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئے۔ نیز سورہ کی صاحب بھیجے ہیں:

”مکمل اور جو فرق کا مطالعہ کرنے ثبات میں جگہ ہوتے ہیں
 کے بھیجے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فہم کتاب کے ان ضروری مبادی
 سے واقف ہوتے ہوئے صاحب فرق کو جاننے میں خاص کے مطالعہ
 پر تفصیل مضامین انہیں نظر آئے ہوئے نظر آتے ہیں بشرط آیات کا
 مطلب ان پر نہیں نکلتا، بہت سی آیات کو دیکھتے ہیں جائے خود خود نکلت
 سے جھگڑا رہی ہیں مگر بیان مہارت میں جگہ ہے جو مخصوص ہوتی ہیں۔
 متعدد مقامات پر تعمیرات اور اسلوب بیان کی حقائق انہیں حاصل
 مطلب سے بنا کر کسی اور ہی طرف لے جاتی ہے اور اکثر مواقع پر یہی
 حشر کا کج علم نہ ہونے سے شروع لگا نہیں جاتی آتی ہیں۔“

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۳۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)

مجاہد جہاں انصاف، جہر ص ۱۹۷ء)

یاد رہے یہ وہ سوالات ہیں جو اول اہل سورہ کی کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ
 سب سوچاں مطالعہ اول اہل سورہ کی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے اس سے پہلے کسی
 کے ہمدردی میں بھی ایسی سوچاں نہیں آئیں اقول ضروری مبادیات اور یہی حشر کا
 کج علم نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ طبعی کرامت اور میں مقام کے دامنِ جانیت کو

پھر وہاں ہے سورہ کی بھیجے کی اصل وہ ہے۔

سورودی صاحب لکھتے ہیں :

”سب سے پہلے ماعز کو قرآن کی اصل سے واقف ہو جانا چاہئے وہ طوطا
اس پر ایمان لائے یا نہ لائے۔ مگر اس کتاب کو سمجھنے کے لیے اس فقہ
آقا کے طور پر اس کی ہی اصل قبول کرنی ہوگی جو خود اس نے اور اس
کے چیل کرنے والے (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بیان کی۔“
(مقدمہ تحسیم قرآن، صفحہ ۱۶، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)

گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۱ء)

محب بات ہے ”ایمان لائے یا نہ لائے“ کا نیا پھر اللہ، اس فقرے سے سورودی
صاحب نے قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کی۔ وہ اصل سے واقف ہو پھر اس کا قبول کرنا
قبول سورودی ہی ہے جس کو طوطا اس نے یا اس کے چیل کرنے والے نے بیان کی۔ اس
کے حصول کا رویہ کیا ہے۔

نہاں۔ اس کی اصل بیان کرنے والا اللہ جل مجدہ ہے اور اس پر ایمان ہی نہیں لائے۔
کانیا۔ وہاں مسیور حقیقی اس سے پاک ہے کہ وہ سورودی پر وہی ایسے پاک کام فرماتے۔
وہ کیا اس کے چیل کرنے والے حضور کے نور شافع یوم المصور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ
سورودی کو نہ نہیں لگاتے اور کام نہیں فرماتے۔ حصول کام کا واحد ذریعہ محمد نبی کریم
کی وساطت اور معرفت ہے۔ سورودی صاحب ان کو نہیں مانتے تو اصل ہی کہہ چھہ ذور
مگر وہ کر لکھتے، وہ نہیں پاتے۔ ملاحظہ ہو سورودی صاحب فرماتے ہیں :

”اس منصب (خلافت) پر انسان کو مقرر کرتے وقت خداوند عالم نے انجلی
طرح اس کے کان کھول کر یہ بات اس کے (میں) نہیں کر دی تھی کہ خدا

اور تمام جہاں کا مالک، معبود اور حاکم میں ہوں، میری اس سلطنت میں نہ تم
خود فائدہ ہو، نہ کسی دوسرے کے نہ سے اور نہ میرے سوا کوئی قصداً
الطاعت و التواضع کی اور ہے سخی کا سخی ہے۔“
(مقدس تفہیم القرآن، صفحہ ۱۷، مطبوعہ مکتبہ غیر انسانیہ لاہور۔
مکمل ہوئی اشاعت، چتر ستر ۱۹۷۰ء)

سورہی کا حکم بن لیا، اب اللہ واحد قادر کا حکم سنئے ارشاد ہوتا ہے :
فَلَا وَرَيْكَ لَا يُونُسَونَ حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَجَرَّ يَهُنُّمَ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّنْ فَضَّلَتْ وَيَسْلَمُوا أَسْلَمًا
(النساء : آیت ۶۵، صفحہ ۵)
ترجمہ : (اے محبوب) قصداً دے دے کسی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے
آئین کے جھگڑے میں نہیں جاکم نہ جائیں بلکہ جبکہ تم حکم فرمادے
وہوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور حق سے ہٹیں۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رسول کو حاکم نہ جائیں وہ مسلمان نہیں۔ سورہی جائیں کہ جو حاکم
ہم سے وہ مسلمان نہیں؟ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ عَصَىٰ ظِلًّا مِّنْهُ
(سورہ الاحزاب : آیت ۳۶، صفحہ ۲۴)

ترجمہ : سورہی مسلمان مرد و عورت کو پہنچتا ہے کہ اللہ و رسول کہہ
فرمادیں تو ان میں اپنے معاملہ کا کہہ اختیار ہے اور جو حکم اللہ اور
اس کے رسول کہہ، چاہے سرخ گرا ہی میں نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ مرتد ہے۔ اگر موردی صاحب کی مراد اس عہد سے حاکم حقیقی ہو تو رسول حاکم مجازی ہوں گے۔ تو پھر موردی صاحب کی عہد سے کا مطلب یہ ہوتا کہ تمام جہاں کا مالک (مولا اللہ) معبود اور حاکم مجازی رسول ہیں تو بلاشبہ موردی صاحب نے رسول کو معبود مان کر شرک کا ارتکاب کیا۔ اس طرح عہد سے کا حصہ جتنی جس میں فرمایا میری اس سلطنت میں نہ تم خود فکر نہ کی دوسرے کے بعد سے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تشریف اخلاصت دہے گی اور یہ مستحق کا مستحق ہے۔ اس عہد میں اخلاصت دہے گی اور یہ مستحق ہام مختلف کھاتے ایک معنی میں مستعمل لفظ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ اطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ (آل عمران : آیت ۳۲-۳۳)

ترجمہ : تم فرماؤ کہ اخلاصت کرو اللہ اور رسول کی۔

موردی کہیں اخلاصت دے گی کا تا جتنی ات تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ جانور امر فرماتے۔
اللہ اور رسول کی اخلاصت کرو دوسری جگہ ارتقا فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاطِيعُوا أَوْلِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

(النساء : آیت ۵۹-۶۰)

ترجمہ : "اے ایمان والوں! اخلاصت کرو اللہ کی اور اخلاصت کرو رسول کی

اور ان کی جو تم میں اولی الامر (حکومت والے) ہیں۔"

تیسری جگہ ارتقا فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُطْلُوا أَعْمَالَكُمْ

(سورہ محمد : آیت ۳۳-۳۶)

ترجمہ - ”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔“

میں تجوں آیتوں میں اللہ چارک، حقانی مومنین کو خطاب فرمایا اور حکم دیتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ سورہی صاحب ہی اس گہی کو سلجھا نہیں۔ اطاعت اللہ کی کے دونوں حصہ اقوال کی عقلی تفسیر طرح ہو گی مگر کہا جائے کہ اطاعت اللہ کی کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر سورہی صاحب کے نزدیک اطاعت اللہ کی کا معنی امتحانی، رسول کو ہے۔ ساتھ ساتھ تعالیٰ اولی الامر کو بھی شامل تو سورہی صاحب کی معاذی اللہ کی طرح کو شامل ہو گی اور اطاعت کا مطلق اللہ سمجھتے تو پھر بعد حکم الہی کے خلاف۔

چاہیہ اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب ولا تطعوا احدکم۔ یعنی اپنے عمل باطل نہ کرو۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :

ومن يطع الله ورسوله فقد اطاع الله

(سورہ الاحزاب : آیت ۷۱-۷۲)

یعنی : ”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی کامیابی پائی۔“

یہاں رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ سے جلیقہ ملانی جاری ہے۔ ایک آدمی میں دو اقوال مستطیع میں ایک ہی کی جردی کر سکتا ہے۔ یا تو اللہ جہاد و قتال کی یا سورہی صاحب انکار کی یا پھر سورہی صاحب یہ حکم دیتا ہے کہ اللہ نے قرآن کے ذریعہ شرک کی عام دعوت دی (مطاع الله و مسبحان الله عما يشفون) یا یوں سمجھئے کہ قرآن کریم جس امر میں کامیابی کی علامت دیتا ہے، سورہی اس کو شرک بتاتا ہے۔ اے اللہ اہم اس دین ہے۔ اس قانون سے جو طرحی جو غیری دلاوت دہ کرے۔ بے شک خیرا تھا اور راستہ ہی سیدھا ہے۔ جب تو نے فرمایا :

إِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا لَا تَعْوَهُ وَلَا تَبْعُو السَّبِيلَ فَطَرَنِي مُكْتَمٍ عَنْ
وَسِيلَةٍ فَالْتَكُمُ وَحُكْمُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَنْظُرُونَ
(الانعام : آیت ۱۳۵، ۱۳۶)

ترجمہ : ”کہو یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اسی پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی
راستہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں علم فرماتا ہے کہ کہیں تمہیں پر نیز بھاری ہے۔“

تقسیم القرآن کا نمونہ

سورۃ الفتح کی آیت الرحمن الرحمن کے متعلق سورہوی صاحب فرماتے ہیں :

”انسان کا جاننا یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے
تو وہ مبالغہ کے میٹروں میں اس کو بیان کرتا ہے اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول
کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق اور اطمینان اور اتوار ماسی معنی
کا ایک اور لفظ ہوتا ہے تاکہ وہ کی پوری ہو جائے۔ جو اس کے نزدیک مبالغہ
میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد
بہرہ جہیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پیدا ہے۔ رحمن عربی زبان میں
بڑے مبالغہ کا میند ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی
زیادہ ہے۔ اس قدر وسیع ہے۔ لہذا یہ حدود حساب ہے کہ اس کا بیان بڑے
سے بڑا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھر سکتا۔ اس لیے اس کی فراوانی کا حق اور
کرنے کے لیے بہرہ جہیم کا لفظ استعمال کیا گیا۔“

(مقدمہ تقسیم القرآن، صفحہ ۴۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔)

گیارہویں اشاعت، جنوری ۱۹۷۷ء

پوری عبادت کو چھوٹے ایسا معلوم ہو جائے کہ سورہ فاتحہ خصوصاً الرحمن الرحمنی
سوروی صاحب کا پانچواں کلام ہے۔ قرآنی کمزوری کی بناء پر سوروی صاحب اللہ ادا الجلال کی
رحمت اور مہربانی کا ذکر، ”الرحمن“ سے کرنے کے بعد کی محسوس کرتے کہ اس کی
رحمت کی فراوانی کا حق دلائلیں ہوں۔ پھر اس کی کوچہ را کرنے کے لیے قطار جم کا مزید
اضافہ فرماتے ہیں۔ گو یہ سوروی صاحب نے دہم کر لائے کی رحمت و مہربانی کا حق ادا
کر دیا۔ مولا علیؑ

چاہیے۔ اگر باقرض ایسا نہیں پھر یہ اللہ واحد تعلیم کا کلام ہے تو عبادت مذکورہ سے اس کا
مادہ ہو نہ جلت ہو جائے کہ رحمن والی کر کی محسوس ہونے پر قطار جم کا اضافہ کیا گیا۔
چاہے اس عبادت سے اللہ کے کام قدیم میں غفلت کا ثبوت فراہم کیا گیا۔ سبحان اللہ
حقاً یہ سوروی تعلیم کا نمونہ۔
سوروی صاحب لکھتے ہیں :

”عربی زبان اگرچہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے نہایت اہم ہے مگر بحر حال
ہے تو انسانی زبان۔“

(تعلیم القرآن، ص ۱۰۳، پانچواں نمبر، ۱۳۶۷ھ)

یہ بات غلبہ امر یہ ہے کہ قرآن تعلیم قدیم ہے و احاطہ، اگر قدیم ہے تو اس وقت بھی
قرآن تھا جبکہ کوئی انسان کیا سنی پھر مخلوق میں کوئی نہ تھا ایک خالق ہی و احد قد تو جو
قرآن اس وقت تھا تو کسی زبان میں تھا۔ عربی میں تھا یا غیر عربی میں۔ اگر عربی میں تھا تو
اس وقت کسی انسان کی زبان عربی تھی۔

چاہے یہ امر بھی یاد شدہ نہیں کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا

مکیہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ ”علم آدم الاسماء کلہا“ قرآن تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام کس زبان میں تعلیم فرمائے۔ کہاں اشیاء کے نام عربی زبان میں نہ تھے مگر تھے تو عربی کس انسان کی زبان تھی۔ یہودیوں کے بارے میں سورہی صاحب لکھتے ہیں کہ :

”یہ لوگ حقیقت میں بھوئے ہوئے مسلمان تھے جن کے ہاں بدعتوں اور تحریروں، سوچا لیوں اور فرقہ بندیوں، استخوان گیری، مطوا لگی بخدا فراموشی اور دنیا پرستی کی بدولت انھوں نے اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنا اصل نام ”مسلم“ تک بھول گئے تھے مصلیٰ یہودی بن کر رہ گئے تھے۔“
(تعلیم القرآن، ج ۱، باب ۱، فقرہ ۱، ص ۷۳، حوالہ ذکر)

سورہی صاحب کے نزدیک یہودی مسلمان ہی تھے مگر بھوئے ہوئے تھے۔ اگرچہ بدعتوں اور تحریروں وغیرہ کی وجہ سے وہ اپنا اصل نام ”مسلم“ ہی بھول گئے لیکن قرآن کریم یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے :

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ قَالَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ وَلَقِيلُ مَا يَرْمِزُونَ
(سورہ طہ: آیت ۸۸، ۸۹)

ترجمہ : ”(یہودی) کہنے لگے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں پھر اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔“

اسی آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافر دلوں میں ہیں۔ دلیل و ثبوت کے لیے ایک آیت کافی ہے اور نہ قرآن عظیم میں متعدد آیات موجود ہیں۔ جن میں یہودیوں کے کافر ہونے کا بیان ہے۔ باقی رہا سورہی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ اپنا اصل نام ”مسلم“ تک بھول گئے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آرتھ کریم نے بھی ان کو کسی جگہ مسلمین یا مسیحین بیان فرمایا۔ اگر فرمایا تو اس کی عکاسی ضروری۔ اذیت گوارا فرما کر یہ بتائیں کہ کس سورودی کو کئی آیت میں ایسا کوئی حکم موجود ہے۔ اگر نہیں تو پھر اٹھ دھندہ ہر کسی حکم کا نہیں کے (مجالہ) ہول سورودی یہ طور سورودی بن کر دے گئے تو اٹھ پٹیل دھارنے ان کو یہود کہہ کر کیوں خطاب فرمایا، یہاں ذکر میں بھی سورودی فرمایا۔ مثلاً :

(۱) قل یا ایہا الذین ہادوا ان لا تعصم۔

(۲) قالت الیہود لیست النضری۔

(۳) ولین نرضی عنک الیہود ولا النضری۔

(۴) فقلوا انکونوا ہوداً او نصرانی تمہدوا وغیرہم۔

نور حدود آیات میں "اے مسلمان" سے خطاب فرمایا، جو محتاج تعارف نہیں اور آج بھی سورودی اور مسلمانوں کے نام سے یہ لوگ ذکر کئے جاتے ہیں۔ یہی تنظیم اترتھی کی وہ خدمات جلیلہ ہیں جو آج تک کوئی بھی انجمن نہ دے سکا، نہ انہی کے مس کاروبار تھا۔ باقی رہا شہداء اعمال اور یہ عقول کا معاملہ، وہ سورودی صاحب کے نزدیک سوائے افراد جماعت اسلامی کے تمام مسلمانوں میں موجود ہے۔ سورودی صاحب کی نہ جانی سکتی۔ جاہلیت شرکاتہ کے مطلق فرماتے ہیں۔

”ایک طرف شرکاتہ کی جاہلیت کی جگہ ناقصہ، زیارت، نیاز، مغر، عرس،

صنم، چھاندے، نکاح، علم، تھوڑے نورانی قسم کے دوسرے قد بھی

انہی کی ایک ہی شریعت تصنیف کرتی تھی۔“

(تجربہ دلیاے دین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹-۲۰، اسلامک پبلیکیشنز،

نویں دسمبر ۱۹۶۳ء)

ذکورہ اصول، اعمال میں ہر ایک عمل جاہلیت شرکانہ میں داخل اور شرکانہ پر جاہلیت کے قائم مقام ہے۔ لفظ جاہلیت کو مورودی صاحب ہی سے کچھ لکھتے۔ عرب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہاں سے اس دعوت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں اسلام کی اس تحریک اور پرانی جاہلیت کے درمیان ایک سخت چٹان ٹکرائی ہوئی۔“ (تقسیم المرقن، صفحہ ۲۲، پینا حوالہ ۱۰ کورہ)

معلوم ہوا اسلام کے مقابل جو شے تھی وہ پرانی جاہلیت تھی جبکہ اسلام نے توحید کا تصور پیش کیا تو جاہلیت نے سخت مخالفت کی۔ دوسری جگہ مورودی صاحب فرماتے ہیں کہ:

”جب ہر آس پاس کے تمام علاقوں میں شرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو مسلمانوں پر اسلاف (معد) اور مردہ پر ناکہ (معد) کے استعمال مانا جانے لگا اور ان کے گروہ طوائف ہونے لگے۔“ (تقسیم المرقن، صفحہ ۱۴، حوالہ ۱۰ کورہ)

یہاں سے صاف واضح ہو گیا کہ جاہلیت شرکانہ کا مورودی کی اصطلاح میں معد پر مبنی کا دوسرا نام ہے۔ معلوم ہوا جو فاتحہ کرائیں، یلغار، زیارت کریں۔ وہ سب شرک ہیں۔ (عند المورودی)

اب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے متنازعہ اعمال کا حوالہ دیتے ہوئے مکلف قیور کا مکمل بتاتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

مذکورہ کثیف قہر کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے وہ گناہ میں درگ
کی دریا کے واسطے چڑھے۔ اگر سورہ قاف یاد ہو سکی کہ کثیف میں چڑھے
اور دوسری میں سورہ انفاس، نہیں تو برہنہ کنہ میں پانچ پانچ بار انفاس
چڑھے پھر چنگ کی طرف پہنچ کر کے چنگے اور ایک بار آپا مگر ہی اور بعض
سورہ میں یہ زیادہ سے کثیف چڑھنے میں جیسے سورہ ملک اور اس کے سوا
ہو دق کے سوا قاف کے گیارہ بار سورہ انفاس چڑھے اور فیم کرے
اور عیبر کے بعد سات بار طواف کرے۔ اس میں عیبر چڑھے اور
شرعاً انکی طرف سے کرے۔

(انظرانی مسائل لولیا، صفحہ ۱۱۳)

یہی شہد علی علیہ صائب دہلوی قسم خواجگان کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں:
”زمانہ کہ چڑھے پھر اس وقت دورہ شریف چڑھے اور فیم کرے اور
تھوڑی شیرینی یا قاف خواجگان چشت کے نام سے چڑھے اور اپنی
حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اسی طریقہ روز کرے۔“

(انظرانی مسائل لولیا، صفحہ ۱۱۳)

یہی شہد علی علیہ صائب تعلیم فرماتے ہیں:
”بلشب سے اس طرح سے کہ پہلے حضرت خٹا نقیبین قدس سرہ
اور سب مصلحان سلسلے سے پہلے پچھلے سب کی قاف دے۔“
(انظرانی مسائل لولیا، صفحہ ۲۸)

عبادت نہ کر رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب مزار (مظہر) پر ماضی و زیدت اور شیعہ (مصلحتی) پر فائقہ خواجہ بھٹہ پشت اور فائقہ غوثہ اقلیہ (یعنی جنہاں کے فریادرس) کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور سورودی صاحب کے نزدیک یہ تمام افعال شرک ہیں۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب شرک فہرست۔ مگر سورودی صاحب کا قانون ہی یہ ہے کہ ایسے سارے شرک کو جس میں کتنے شرکوں کا مجموعہ موجود ہو اور سب کو ہرست میں شامل کرنے میں ذرا الجھک محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے دیکھئے (تجدید و احیائے دین، صفحہ ۹۱، حوالہ سہارن) معلوم نہیں یہ کونسا قانون ہے کہ ایک عمل کا ارتکاب ایک مسلمان کو شرک بنا دے اور دوسرے کو جتنے مسلمانوں سے انکار کر دے وہ اس کے عہد سے بے باطل ہے۔ اگر واقعی یہ افعال شرک ہیں تو سورودی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کو شرک کیوں نہ لکھا اگر کسی وجہ یا خوف سے وہ شرک نہ کہتے تو ان کو ہر دین میں شامل کیوں کیا گیا۔ کیا ایک شرک بھی ہر دین میں لکھا ہے۔ بے شک اللہ کا قانون ہی سب سے بڑا ہے۔ اس کے قانون میں سب یکساں ہیں۔ اگرچہ سورودی ہوں یا حقانی، جو بھی شرک کا مرتکب ہو وہ جتنا شرک اور خداج تو اسلام، اس کی اسلام میں کوئی کچھ لکھ نہیں۔

الحاصل کلام

جن افعال و احوال کو سورودی صاحب بدعت ہی نہیں بلکہ شرک کہتے ہیں، انہیں ہماری تمام مسلمانوں میں موجود حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اطمینان اور ان کے ہر صاحب بھی اس میں شریک ہیں۔

مولوی اطمینان و مولوی اور ان کے ہر دشمن و سید احمد عثمینی جن کا مرتبہ سورودی صاحب کی شان میں سیدہ اطمینان یعنی اور مولوی علی مشکینہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی زیادہ ہے۔ تجدید و احیائے دین میں ہے :

”مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار سرعت کی وجہ سے کام روز بروز تیز ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان غنیؓ پر اس کاہر عقیم کاہر دکھایا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر رفیقوں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کے زہد عقائد میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اچھا سراہے گراں خطرے کا راستہ دکھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ کار، اس کے بعد حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ، آگے بڑھے مگر انہوں نے اسلام کے سیاسی اقدار کو جاہلیت کے قتل سے جانے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کی پہاں کی قربانی بھی اس کتاب منکس کو نہ رک سکی۔ آخر کار خلافت علیؓ مشایخ ائمہ کا دور ختم ہو گیا۔“

(تجدید و احیائے دین، مملوہ لاہور، صفحہ ۳۶، اسٹاک ہولم پبلشرز،
نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

اصلی دہائی اور سید احمد غازی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

”انہوں نے ملتِ خلافت کے دین، اخلاق و معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں اس کے اثرات پہنچے وہاں بدعتوں میں ایسا زہر دست و کتاب پڑ گیا کہ مصلح کرام کے دور کی وہ تازہ ہو گئی۔“

(تجدید و احیائے دین، مملوہ لاہور، صفحہ ۱۱۵، اسٹاک ہولم پبلشرز،
نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

پھر لکھتے ہیں :

ممن کی جنگ ملک مال یا فوجی مصیبت یا کسی دوسری غرض کے لیے نہ تھی۔ یہ صرف مال یا فوجی کی سبیل اٹھ تھی۔ ان کے سامنے کوئی مقصد اس کے سوا نہ تھا کہ خلق اللہ کو جاہلیت کی حکومت سے نکالیں اور وہ نظام حکومت قائم کریں جو خالق اور ملک الملک کے مشاہد کے مطابق ہو۔“
(تجدید و احیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۵-۱۱۶، اسلامک پبلیکیشنز،
نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

پھر لکھتے ہیں:

ممن کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو حقوذا ساما موقع ملا انہوں نے ٹیک اس طرز کے حکومت قائم کی جس کو خلافت علی منہاج اللہ کہا گیا ہے۔“
(تجدید و احیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۶، اسلامک پبلیکیشنز،
نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

دو نئی عبادت کو ایک دوسرے کے مقابل رکھتے ہوئے اور ان کے لگا بٹے کہاں، وہ نور و صفا کرام کا نور کہاں یہ دور غفلت و تاریکی کا، وہ سر زمینِ عرب، گمراہ و گمراہی قرآن و رحمت مہمان، کہاں یہ سر عزال ہندوستان۔ وہ قاتل شہداء و نظام علیہ کا عروج، کہ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا موسیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت علی منہاج اللہ کو کہتے عروج پر تھی، ان کے قتل، وہاں سے ملی۔ اور یہاں اس کا خزانہ حکومت و مطلقہ غفلت میں ایسا نظام حکومت قائم کیا۔ وہ خلافت علی اللہ کو قائم نہیں نہ رکھ سکے، انہوں نے خلافت علی منہاج اللہ کو اپنے غفلت کردہ میں قائم کر کے دکھایا۔ پس سورودی صاحب کے من عظیم و چال شہید و حال کا

قول ذریعہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں :

”جو عبادت کے مسلمان سے ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچانے اور جناب الہی میں داخل کر جانے کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بڑا اور مستحسن طریقہ ہے۔ اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں میں سے اس کے حق کے لئے اس کا ثواب پہنچانے کی غرض سے زیادہ ہو گی۔ مگر اس امر پر وجہ یقینی مامولت کے قانون اور عرس اور خزانہ ہوتا ہے اس قدر اس کی طرف سے کوئی شک و شبہ نہیں۔“

(عصرنامہ مستقیم از مولوی محمد اعظمی دہلوی، صفحہ ۳۰۳-۳۰۴، مطبوعہ

کتاب مرآۃ القاریین، سنہ اولیٰ، ج ۱، نومبر ۱۹۵۹ء)

اور یہ داشت ایک مرتبہ مکر سورہی صاحب کی عبادت ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :

ایک طرف مشرکان پر جہالت کی جگہ فائقہ زیادت، نیت، عرس، مطلقہ۔“

(تجدید و اصلاح کے آئینے، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۵، سالک ہفتکشمور،

نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

سورہی صاحب فائقہ زیادت، نیت، عرس کو مشرکان پر جہالت کے قائم مقام شرک بتائیں اور مولوی اعظمی صاحب فائقہ مامولت، عرس، عذر و نیاز کو بہت بڑا عرس سستی قرار دیں۔

سورہی صاحب کے اس فتویٰ کے مطابق مولوی اعظمی دہلوی کے مشرک اور کفر کا ذکر یہاں بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور مولوی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر فائز دینا سورہی

صاحب کا زلا کمال ہے۔ رہ گئی بات یہاں تک کہ۔ تو مولوی اعلیٰ صاحب کے ہر مرشد سید احمد بخاری کا حال کا حصہ فرمائیں۔ جنہوں نے ہم کو کی شہادت میں سید، بیونہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ مقدس پر حاضر ہو کر گواہی فرمادی اور کھانا لگا۔ یہ واقعہ ان کے بھائی مولوی محمد علی کی زبانی سنئے جو اپنے ہر سید احمد کی شان میں اس طرح غلبہ چڑھتے ہیں۔

ثم السلام من الملك العزيز العلامة علي اعلی الصفوة والصفاء
مرورۃ الکرام الدین یحییون الدین و الاسلام و یمحون و یسومات
الکفرۃ اہام خصوصاً علی شیخنا و سیدنا و ہادینا و مرشدنا
امام الملئ و الدین و علیہ اللہ بالین السیف المہند السید
احمد مجدد مائتہ ثالث عشر۔

(عزیز احمدی، صفحہ ۳، خطبہ ۲)

اور لکھتے ہیں:

”سید احمد قبلہ منی ہر منی نور شید عالمگیر منی
مرشد اوقدہ و اقل قیر
(عزیز احمدی، صفحہ ۸)

یہی مولوی صاحب جو اپنے ہی سید احمد کو اپنا مہادی اور علیہ اللہ بالین، تیرھویں صدی کا مجدد، اپنا قبلہ تمام عالم کا سورتا مانتے ہیں، شاہ عبدالحق صاحب کو مشکل کشا فرماتے ہیں، اپنے ہی سید احمد کو القدیان کہتے ہیں:

”دوری حوزہ قریب نصف شب ولوی سرف کہ حوزہ فاضل کا نور
حز مصلیٰ جناب بیونہ علیہ علیہ صلوٰۃ السلام من اللہ الملک المکرم
و سیدہ امرا کا تاج مجھے آنکھ آتے، دراز چہ تمام نور دوم چوں از خواب

بار ایک ایک ایک دوسرے کو تقسیم کیا۔

اس حکایت کو یاد رہنے والے اور قبر پرستی کی دوا دیتے۔ جب وقت چڑھتا ہے آئی اور کہیں بھی نہ ہی تو قبر شریف پر جا کر صاحب حزار سے روٹی لائی، قاتل بھی پڑی اور دو چابی انگوڑا ہاتھ آتے تھے سخت شرک کا ارتکاب کیا۔ سورودی صاحب کا فرمان بھر پڑتے۔ ایک طرف مشرکان پر جاپات کی جگہ قاتل، نیا، حذر اس موجد اعظم کے اس قول کے مطابق سید احمد کے مشرک کٹر کافر تھے اور سورودی صاحب ان کو سیدنا عیسیٰ خلیلی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہم پر ترجیح دیں۔ کیا تو تائیں کوئی مشرک اور کافر بھی سیدنا عیسیٰ خلیلی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہم کے سرکار سید احمد کے مکران خدا کی اور مناقب کے حامل ہوئے۔

نتیجہ :

اگر سورودی صاحب کا یہ قول کہ ”ایک طرف مشرکان پر جاپات کی جگہ قاتل، نیا، حذر، عیسٰی، قاتل، سر اقول لفظ اور فقرہ عظیم پھر ایک مشرک کوئی اللہ ہی کہتا ہو گا اور اگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ہر کے حلق جو کھلا اگر اس کو صحیح تصور کیا جائے جو ان کے دامن جلیب ہیں تو یہ قول جھوٹا ہے سورودی صاحب کی صداقت و عدالت اور تقویٰ طہارت کا نمونہ ہے۔

فصل سادہ سلطان جو سورودی تحریک سے شغل نہیں سورودی کی سچا غلطی سے ضرور کفر کے گھاٹ اچھڑے گئے۔ سورودی صاحب فرماتے ہیں :

”جو لوگ تقسیم توحید اور ایمانی ماحول کی تاثرات کے بہرہ ور ہوں

نہیں۔ بخیر کے ذریعہ (مکر کا غلطی سار کر کے) ان کو رسالت سے

خارج کر دیا جائے۔" (سیاہی ٹیکسٹ، جلد ۴، صفحہ ۲۱)

مگر سورہی جن کو قرآن کریم کا فرطوں قرار دیا ہے وہ سورہی صاحب کے نزدیک
مسلمان تو ہیں مگر یہ اللہ سے ہٹے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

سورہ قرہ کی چند عرصوں قیمت اللہ بستیہوی مہم کا ترجمہ سورہی صاحب یوں کرتے
ہیں۔

"اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔" (تقسیم القرآن، صفحہ ۵۴، حوالہ سادہ)

جب ہے اللہ سورہ و قدوس کی شان میں فتوا مذاق استعمال کرتے ہوئے سورہی کو ذرا
بھی جھجک محسوس نہ ہوئی اور نہ یہ سوچنے کی قریشی نصیب ہوئی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی شان
میں کیا لکھ رہا ہوں حالانکہ اسی سورہ پارہ میں آیت ۷۶ قالوا لا تعجلنا هذا قال
اعوذ باللہ ان اکون من الجاهلین کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"میں نے کیا تم سے مذاق کرتے ہو۔ سوئی نے کہا میں اس سے خدا

کی پنداشتگا ہوں کہ جاہلوں کی ہی باتیں کروں۔" (تقسیم القرآن، صفحہ ۸۴)

سوئی طبع اسلام کے جواب سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مذاق کر رہا جاہلوں کی باتیں ہیں۔
یہ تو سورہی ہی کی ترجمانی ہے۔ معلوم نہیں سورہی صاحب اللہ بخیر و جہد کے حلقے
کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک ہی بات ایک جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کرتے ہیں اور
دوسری جگہ اس کو جاہلوں کی باتیں دیتے ہیں۔ سورہی صاحب کی بات ہے کہ کلمات کی
حقیقت پر بحث کر کے اس کی وضاحت فرماتے ہیں مگر اس جگہ آگے چلتے ہیں۔ کیونکہ اللہ
تعالیٰ کی حکمت و ہدایت کی باتیں خدا۔ حقیقت کلمات کہاں تو ہیں وہ جیسے جہاں مسلمانوں کے
مسئلہ امتدادی ضرب لگائی ہو۔

مثلاً تم اسوی الی المساء (سورہ طہ، پ، آیت ۴۹) کا ترجمہ کرتے ہیں :

”پھر اس کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کئے۔“

پھر اس کی تشریح میں بیان کرتے ہیں :

”سات آسمانوں کی حقیقت کیا ہے۔ اس کا تعین مشکل ہے انسان ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر دوائے زمین کے متعلق اپنے مشاہدات یا قیاسات کے مطابق مختلف تصورات قائم کر چکا ہے جو درجہ بہ درجہ بڑھتے رہے لہذا ان میں کسی تصور کو بچاؤ قرار دیکر قرآن کے لفظ کوا کا مفسوم تسمیں کرنا گنج نہ ہو گا۔ پس سمجھنا چاہئے کہ باقراس سے مراد یہ ہے کہ زمین سے باہر جس قدر کائنات ہے اسے اللہ نے سات کھم طبوں میں تقسیم کر رکھا ہے یا یہ کہ زمین اس کائنات کے جس طبقہ میں واقع ہے وہ سات طبوں پر مشتمل ہے۔“

(تفسیر القرآن، ص ۶۱، ۶۲، ۶۳)

آسمان جس کا معنی سورہ اکر قرآن مجیم میں بار بار بقرات آیات کے انکار کی صورت میں جاری کر لی سے نہیں کی جا رہی ہے اور کسی حقیقی سمجھائی جا رہی ہیں گویا آج تک تمام مسلمان جس چیز کو آسمان سمجھتے رہے ہیں اور قرآن کریم جس کو آسمان فرما رہا ہے وہ آسمان نہیں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں۔ ”ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر دوائے زمین“ اگر قرآن کریم کے مطابق آسمان پر ایمان ہو تا تو بالفاظ دیگر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کہاں کا تعین جو مشکل ہے کیونکہ سائنس دانوں کے نظریات و افکار مختلف ہیں۔ اس اختلاف آراء میں سورہی صاحب کسی ایک کی رائے کو ترجیح دینے سے قاصر و مجبور ہیں ان میں سے سے انگریزوں کی آراء شامل ہیں۔ کس کا انکار کریں۔ کس کو ترجیح دیں۔ چنانچہ یہ امر

مشکل ہے اور قرآن کریم کی تعلیم ہی کی طرف موقوف، لہذا آج کل کا نظارہ گروہ آسان۔

الا يعلم من خلق و هو اللطيف الخبير۔

اس کے لاشعور پر انکار دہ نہیں، جو علم آج کل پر یقین کر سکیں۔ لاشعور ولا فورة الا

بالله العلي العظيم

للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس كاذباً جباراً کرتے ہیں :

"مگر وہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ سب جھک

گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔" (تعلیم القرآن، صفحہ ۳۳، حوالہ گورہ)

یہاں جہاد کے معنی "جھکا" فرمایا جاتا کہ دوسری جگہ "واو کھو مع الملائکین کا

ترجمہ کرتے ہیں : "مگر جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی

جھک جاؤ۔" (تعلیم القرآن، صفحہ ۳۳، حوالہ گورہ)

سورہی صاحب کے نزدیک دوسرا جہاد یا ایک ہی عمل کے دو مختلف نام ہیں کہ جہاد

کا معنی بھی جھکا کرتے ہیں، مگر اس پر یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں :

"اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے ملکات

کا تباہی جس قدر (میتے سمجھو) ہے ان سب کو انسان کے معنی

مسلحہ ہو جائے گا اور حکم دیا گیا تھا۔"

(مگر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں)

"فرشتوں کو آدم کے لیے سر ہنگامہ ہو جائے گا حکم دیا گیا تھا اس کی نوبت

بیکہ اس قسم کی فحش فحش ہے کہ صرف مسلحہ ہو جائے کوئی جہاد سے تعبیر

کیا گیا ہو مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس فقیر کی حکمت کے طور پر کسی خارجی

فصل کا بھی حکم دیا گیا ہو یہ اور بھی مذکور کی معنوم ہو سکتا ہے۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۶۲-۶۵، جلد ۱۰)

اولاً۔ سوروی صاحب فرماتے ہیں "تو میں اور اس سے قطعاً کہنے والے طہارۃ کا نکاح میں جس قدر فرشتے مامور ہیں ان کو علم دیا گیا۔" معلوم ہوا اس کے ماسواختے بھی فرشتے ہیں اور اس علم میں داخل نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں ہے۔ **فَسَجِدُ الْمَلَائِكَةِ كُلِّهِمُ اجْمَعُونَ (الجم: ۱۳)**

اس جگہ کوئی حصہ نہیں، نہ کسی نے یہ عقیدہ موقوف، صریح مقابل کتاب ہے اسے حضور کافی، نہ کہ احتمال باکافی۔ سوروی اس صریح کو اپنے احتمال مودود سے عقیدہ قرار ہے۔
چند حاشیہ جلالین شریف میں ہے:

لأن النسب اجمعون إلى كلهم كنسب كلهم إلى أصل الجملة

او اجمعون بالبدن إلى اجتماع

اور تفسیر کبر خاں، جہنہ ای وغیرہم میں ہے کہ یہ علم مجدد تمام عالم کو تھا۔
ثانیاً۔ سوروی صاحب فرماتے ہیں "فرشتوں کو آدم کے لیے سرنگار ہو جانے کا جو علم دیا گیا قرآن کی نوعیت کے اس قسم کی حقی نہیں ہے کہ صرف مسخر ہو جانے ہی کو مجدد سے تعبیر کیا گیا ہو۔" کیونکہ علقہ مجدد سے قانون بدعت پر داغ داری حقی لہذا مجدد کا معنی "بمکن" کیا اور صرف مسخر ہو جانے کو مجدد سے تعبیر کیا۔
تفسیر کیفیت تھی ہے اور ائمہ مزاہل بحکم مافی الصدور۔ مگر علم مجدد میں انیس کا علیحدہ رہنا کیا معنی تفسیر مابقی میں ہے:

ان السجود شرعی موضع لحيته على الارض و آدم قبله

كان كعبه فالسجود لله

تفسیر دارکیش زیر آیت **فَقَعُوا لَهُ سَجْدًا** فرماتے ہیں:

فَعَعُوا لَهُ مِنْ دَلْعٍ يَلْعَقُ اِي اسفلطوا على الارض۔

اسی طرح تفسیر کبر خاں روح المعانی وغیرہم میں ہے کہ مجدد قیمت و تقسیم زمین پر

وجہی دیکھ کر قوم علیہ السلام کے لیے قانون تقسیم القرائن کیا ہے؟ قانونِ ہدایت کا یہ چارہ ہے۔

وَاذْكُرُوا مِيعَاتِكُمْ وَوَعْدًا لِّقَوْمِكُمْ الطُّورَ كَاثِرِينَ كَرْتُمْ هِيَ .

”یاد کرو وہ وقت جب ہم نے طور کو تم پر القا کر تم سے پلٹے وعدہ لیا تھا۔“
پھر اس کے معلق لکھتے ہیں :

”اس القاء کو قرائن میں ثقافت مقامات پر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت بھی اسرائیل میں یہ ایک مشہور معروف واقعہ تھا لیکن اب اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنا مشکل ہے۔ اس لحاظ سے سمجھنا ہے کہ پہلے کے دامن میں رہائی لینے والے اسی خوفناک صورت حال پیدا کر دی گئی کہ ان کو ایسا معلوم ہو چکا کہ یہاں پر آپ سے لگے۔“
(تقسیم القرائن، صفحہ ۸۳، حوالہ سابق)

قرائنِ حکیم میں صرف ان دفعہ طور یعنی طور کو یاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ تفسیر جالبین شریف میں اسی آیت کے تحت ہے۔ وَوَعْدًا لِّقَوْمِكُمْ الطُّورَ الْجَبَلِ الْفَلْعَاءِ مِنْ اَصْلِهِ عَلَيْهِمْ اور قطع کئے ہیں کسی چیز کے جڑ سے اکھاڑ دینے کو، مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کا یہ حکم فرما رہا ہے کہ ہم نے طور کو جڑ سے اکھاڑ کر قصداً سے سروں پر باندھ دیا۔ اسی طرح تفسیر دارک شک ہے :

الْفَلْعَاءُ الْفَلَاحُ مَوْكِدَانِ ۰۰۶ (خروج) فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی جِبْرٰیْلَ عَلَیْهِ

السَّلَامُ فَلَمَّعَهُ مِنْ اَصْلِهِ وَوَعْدَ نَظَرِهِ لِقَوْمِهِمْ

خداوند کا نام یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے جبلِ طور کو جڑ سے اکھاڑ کر ان

کے سرواں پر بند کیا۔ مگر سورہی صاحب کے لیئے یہ امر مشکل ہے کہ ایسا پہلا کیسے اٹھا کر بند کیا۔ لہذا اس کی کل ہی ہو سکتی ہے کہ اس کی نظر میں ایسی ٹوٹاک صورت پیدا کر دی گئی جس سے اس کو یہ معلوم ہوا تھا کہ پہلا اس پر آپسے لگا۔ حقیقتاً رخ طور نہ قدر سورہی کی آیت نمبر ۱۳۵۔ اِنَّكَ اَنْتَا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ کا ترجمہ کرتے ہیں :

”تو یقیناً تیرا اندامہ خالوں میں ہو گا۔ پھر اس کے حلقہ لکھتے ہیں :
 ”تسلسلہ کام تو یہ ہے کہ جو علم ہم نے تمہیں دیا ہے سب سے بے پروا ہو
 کر صرف اسی پر جتنی کے ساتھ قائم ہو جاؤ اس سے ہٹ کر کسی کو راضی
 کرنے کی فکر کر کے تو اپنے نظیری کے منصب پر علم کر کے۔“
 (تفہیم القرآن، صفحہ ۱۳۳، حوالہ کردہ)

الحاصل کام

تم نظیر ہو کر اپنے منصب نظیری پر قائم کر کے۔ پھر تسلسلہ خالوں میں ہو گا یعنی تم
 خاتم ہو۔ (معاذ اللہ من خواص سورہی)
 اس کے حلقہ مفسرین کرام کی کرام ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں :

فَوَلِّهِ مِنَ الظَّالِمِيْنَ اَي لَمِنَ الْمُرْتَكِبِيْنَ الظُّلْمَ الْفَاحِشَ وَهُوَ
 ذَالِكُ لُطْفِ السَّامِعِيْنَ وَتَهْجِجُ الْكَلَامِ عَلَى الْحَقِّ وَتَحْذِيرُ
 لَمِنَ بَعْدِ الْاَكْبَالِ بَعْدَ اَوَّلِهِ وَبَدِيعِ الْهَوَىٰ وَ قَبْلِ الْخَطَابِ
 فِي الْخَطْبِ لِنَسِيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرَادُ مِنْهُ
 (تفسیر مفلوكة التنزیل)

خاصہ کام یہ ہے کہ ظاہر یہ خطاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے اور اس سے
 مراد امت ہے مگر سورہی کے کام میں اس کے بعد کسی ہے کہ ترجمہ کام میں تو لکھا کہ

تعداد چھ سو چالیس میں ۱۰۰ اور تفصیل میں ۱۰۰ ضامنت کرائی کہ اپنے بطوری کے منصب پر
ظلم نہ کرے۔ العباد باللہ

الذین اتھم الکلف یعرفون کما یعرفون ابناء ہم۔ کارہر کرتے ہیں:

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس حکام کو (جسے قبلہ پایا گیا) ایسا

پکارتے ہیں جیسا ہم لوگوں کو پکارتے ہیں۔“

(تقسیم ہلترآن، صفحہ ۱۲۳، حوالہ ذکر)

ہر اس کے حعلق کہتے ہیں:

”یہ عرب کا شمار ہے“ (تقسیم ہلترآن، صفحہ ۱۲۳)

نوٹ۔ یعرفون میں جو ضمیر نائب ہے مولودی صاحب اس کو قبلہ کی طرف راجع
فرماتے ہیں۔

جائنا۔ سرفت حلقی نہیں بلکہ بطور ظاہر، عرب کہتے ہیں کہ عربی کرام کی آواز
ماخذ قرآنیمہ، فقیر عالمین میں ہے:

الذین اتھم الکلف یعرفون ای محصلاً کما یعرفون ابناء ہم

یہاں یعرفون سے مراد وہ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ خاصہ کام یہ ہے کہ اللہ عظیم
تکیم فرماتا ہے۔ ہم نے جن کو کتاب عطا فرمائی، وہ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہاں پکارتے
ہیں جیسے قرآنیمہ، پنے پندوں کو پکارتے ہیں۔ فقیر کبر ۱۰۰۰ ج ۱۰۰۰ العالی نور جازن وغیرہم میں
مکمل کیا ہے۔

یعنی یعرفون سے مراد وہ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرفت ہے۔ وہ یہ کہتے کہ
ازل ہوئی تو حضرت مراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد انی سلام سے دو سال اللہ سلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اپنے حق سے زیادہ

بہاؤتوں ہوں۔ حضرت عمرؓ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ چہارہ کلمہ نکرہ کیا کہ مجھے حضورؐ کی نبوت شہادہ اہل شک نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکے کی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اور یہ لڑکا میرا نہ ہو۔

اسی لیے سورہی صاحب نے پہلے ہی اپنے دیباچہ میں قرآن کریم کے بارے میں دعا گدیا کہ :

”ہے سائن کتابی تصور کے خلاف پا کر قوی پریشان ہو چکا ہے اور اسے
یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ (قرآن) ایک غیر مرہب، غیر مرہط
ہے (جس میں کوئی دھم نہیں) مستحکم کام ہے۔“
(تقسیم القرآن، صفحہ ۵۱، ۵۲، ۵۳)

سورہی صاحب چارے تغیر اور پریشان ہیں کہ یہاں تواری قبلہ کا ذکر مسلسل ہے مگر
بعرفونہ میں ضمیر ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کیوں رائج ہو گی۔ لہذا اس سے
مراد معرفت قبلہ ہی ہے لیکن یہ خیال نہ کیا کہ اس سے پہلی آیت میں وما انت بجمع
فلسفہم نہ گور جس کا معنی ہے کہ گور نہیں ہو تم ہی وہی کرانے والے ان کے قبلہ کی۔“
اور یہاں اہل حق کی معرفت کے بارے میں ارشاد فرمایا جاتا ہے۔

وما اعطى به لغير الله (آیت ۳ سورہ فرقان) کا ترجمہ کرتے ہیں :

”گور کوئی ایسی چیز نہ کہ جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو۔“

پھر اس کے حلقہ فرماتے ہیں :

”اس کا مطلق اس چہارہ کے گوشت پر بھی ہو تا ہے جسے خدا کے سوا
کسی اور نام پر پکارا گیا ہو اور اس کا کہنے پر بھی ہو تا ہے جو اللہ کے
سوا کسی اور کے نام پر پکارا نہ گیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ چہارہ ہو

یا نہ یاد کوئی کھانے کی چیز دراصل اسکا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور
اللہ ہی نے وہ چیز ہم کو عطا کی۔ لہذا عزرائل فوت، صدق یا تہود یا
کے طور پر اگر کسی کلام میں چیزوں پر لیا جاسکتا ہے تو صرف اللہ ہی کا
ہم ہے۔ اس کے سوا دوسرے کلام لہا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم خدا
کے ساتھ اس کی بات دینی بھی تسلیم کر رہے ہیں اور اس کو بھی قسم
کہتے ہیں۔

(تقسیم افرائی، ص ۱۵۵، حوالہ سلیف)

اس عبارت سے کیا باتیں سمجھائی گئیں۔

نور۔ وما اهل به میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر کسی غیر اللہ کلام لیا جائے۔

تایید۔ ہر وہ کھانا جو غیر اللہ کے لیے ہلا دیا گیا ہو۔

بطل۔ صدق، تہود یا تہود صرف اللہ ہی کے ہم کی ہوتی ہیں۔

دفعہ۔ صدق، تہود یا تہود میں کسی غیر اللہ کلام لیا گیا ہو جس کی بات دینی تسلیم کرنا اسے قسم

دینا ہے اور قسم حقیقی اللہ ہی ہے تو کسی غیر اللہ کو قسم سمجھنا شرک اور قسم سمجھنا

شرک ہوگا۔

وما اهل به کا مضموم اور اس کا اطلاق

قرآن کریم میں اهل لطفہ غیر لفظ قرآن ہے۔

انما حرم علیکم النجسۃ والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغير الله

فمن اضطر علیہ باع ولا تہاد فلا اثم علیہ انما الله غفور رحیم

(آیت ۱۷۳ سورہ بقرہ ص ۲)

ترجمہ : ”میں نے ہی حرم کئے تم پر مردار اور طوی گوشت سور کا اور دھنور اور غیر

خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو ہر ماہر ہون میں کہ طواغیت سے کھائے اور

ذبح یاں ضرورت سے آگے جائے تو اس پر گناہ نہیں دیکھا جتنے مال

میرا ہے۔“

اللہ تعالیٰ عن شیانہ کو روہی حرمستان فرما کر اس حالت اضطرار کا استثناء فرما رہا ہے کہ جو مجبور ہو وہ ظہر حاجت و ضرورت اگر کھائے تو اس پر کفارہ نہیں اور سودوی صاحب کی عبادت سے یہ بات شرک نامع ہوتی ہے۔ یہ اچھا شرک ہے کہ حالت ضرورت شرک کے مرتکب کو کفارہ ملے۔

سودوی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ حرم بعض حرام ہے نہ کہ شرک۔ ملاحظہ فرمائیے کہ وما اهل به کے بارے میں مفسرین کرام کیا فرماتے ہیں۔ جلالین شریف لکھتے ہیں:

وما اهل به لعبر اللہ اہی ذبح علیہ اسمہ غیرہ تعالیٰ و اہلال و رفع

الصنوت و کفارہ برہو وہ عند الذبح لا یجوز

اس سے معلوم ہوا کہ اہلال کے معنی ہیں وقت ذبح کو زبہ کرنا، جس میں جانور پر برہمہ لگ کر غیر اللہ کا نام لیا جائے اس جانور کا گوشت حرام ہے نہ کہ شرک۔ امام فخر رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما حکمتنا بالظاہر ذمال اہل قالوا بعد علی اسمہ اللہ و جب اس

بہل ولا سئل لئلا امر الباطن۔

یعنی - ہمیں شرع طہر نے ظاہر بہل کا حکم فرمایا ہے۔ باطن کی تکلیف نہ دی

تاکہ اس نے ظہر تو اہل کا نام لے کر ذبح کیا جانور کا اہل ہو جائے

واجب ہو کہ دل کارا وہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔“

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وما اهل به لعبر اللہ میں صرف ان جانوروں کا ذکر ہے جن کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لے کر ذبح کیا جائے مگر سودوی صاحب نے ایک نئی شریعت، شریعت سودویہ تصنیف فرمائی۔ جس کے مطابق وما اهل به لعبر اللہ کا اطلاق تمام شیانہ کو عام اور ہر چیز اس میں داخل کر کے اس کو شرک نامع

کرنے کی حکام کو بخش کی۔ حتیٰ کہ خدو پڑ بھی اس میں شامل، عرب عام میں خدو پڑا
فوت شدہ خدو کی بدولت کو ایساں خواب کے لیے لایا جاتا ہے۔ کوئی جاہل اور بے وقوف بھی
کسی زندہ کی پتہ نہیں کراہے۔ سوروی صاحب کے لام اعظم مستطیع عام مولوی اطمین
دہلوی جن کا سر جو سوروی صاحب کے نزدیک سیدنا عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے افضل ہے، فرماتے ہیں:

”میرے مہلت کے مسلمان سے کہو اس کا خواب کسی فوت شدہ کی بدولت کو
پہچانے اور چاہی میں دیا کرتے۔ اس کے پہچانے کا طریق ہے اور
یہ بہت سچا اور مستحسن طریق ہے اور وہ شخص جس کی بدولت کو خواب دکھایا
دیا ہے اگر اس کے حلقوں میں سے ہے اس کے حق کے رند اس
خواب پہچانے کی غلطی سے زندہ ہو گئی۔ جس امور مراد ہے یعنی اس وقت
کے قاتلوں، مرنے والے اور خدو پڑ سے اس قدر امر کی غلطی میں کوئی
غلط و شبہ نہیں۔“

(مرآۃ المستقیم، صفحہ ۱۰۳-۱۰۴، مکتبہ عربیہ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۷ء)

کاش سوروی صاحب خدو پڑ کے بارے میں اپنے لام اعظمی کے قول کو چارہ لیجے تو
ایسا لکھنے کی جرأت نہ کرتے بلکہ بھی سوروی صاحب کے عقیدے میں پتہ خدو کی انبیاء
مصر اللہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ سوروی صاحب اپنے خدا
کے فوت شدہ اہل بیت کے بارے میں کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر اہل مسجد اللہ جس کے سوا کوئی
عبود نہیں دیتی وہ تو ہم زندہ رہتی ہے ہم اس کی شان میں ایسا عقیدہ کھر لکھتے ہیں جس سے
اسوہ و شہداء انکوائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عورین کا خواب دکھایا پڑا قاتلو
اسوات کی بدولت کے لیے ہے۔ انبیاء انکوائے چاند، اللہ، بھل، شیرینی وغیرہ تو کہا
شریحہ طبرہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو خالص عبادت میں نذر، روزہ کو بھی
غیر خدا کی چاہ اضافت کرنے کو منع نہ فرمایا۔ خطہ عمر کی نذر، جنازہ کی نذر، مسافر کی

رعائے حنفیت کی پیغام



- ۱۔ روزہ کا رافع اور اجابت اور عطل کی پابندی کیجئے۔
- ۲۔ قرآن مجید کا ترجمہ عربی زبان میں ضرور پڑھا کیجئے۔
- ۳۔ گناہوں سے بچنا اور صیام وائل بیت اور اولیاء کے گناہوں سے بچنا کیجئے۔
- ۴۔ دوسرا سہ ماہی اللہ علیہ السلام کے غم میں کایا چار کیجئے۔
- ۵۔ حضور سید عالم کو حضور مقرر مان کیجئے۔
- ۶۔ حضور سہ ماہی اللہ علیہ السلام کے نام مبارک پر حضور ضرور نکلے ہوئے ہوں۔
- ۷۔ مساجد میں وقت اور صلوٰۃ کو سلام پڑھنا رائج کیجئے۔
- ۸۔ بعد از نماز کے بعد مسجد میں کھڑے نہ کر حضور سلام پڑھیں۔
- ۹۔ اشکال میں لفظ اے خدا اے خدا پڑھنا اور اے خدا اے خدا کہا کیجئے۔
- ۱۰۔ کہلا ہوا شریف، نیکو فاقہ اور دیگر مسلمات اللہ ملت پر عمل کیجئے۔
- ۱۱۔ درجہ اول کے ان مجلس میں حضور شرکت کیجئے۔
- ۱۲۔ مجلس نعت میں گایا کیجئے۔
- ۱۳۔ اولیاء کے عزائمات پر حاضری دیا کیجئے۔

غیر مناسبت سے لے کر تمام رعائے حنفیہ پر حاصل کیجئے۔

اردو اور انگریزی میں
کراچی فون 3435088
0300-0201854

مکتبہ اہلسنت

